OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

صحاح ستہ کی روشنی میں بچوں کی اخلاقی تربیت: نبوی منہج واسلوب

Prophetic Guidelines for Child Moral Training in the Light of *Siḥāḥ Sitta*

Muhammad Husnain Raza
MPhil, Department of Islamic Studies, The University of Lahore
Samira Karamat
Lecturer, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women, University of Lahore

Abstract

The basic requirement of human nature is society, so for the moral training of a human being, the essential element is to learn the manners of mutual interaction. If that individual a Muslim, then qualities are increasing even more importance. In Islamic teachings, human character and morals were given a key position because these attributes are the mirror of any personality, and these attributes provide guidance to one person to identify another person. Therefore, it is the most important responsibility of the parents to train their child in such template which makes him a useful member of the society, in which he will grow towards good morals and always stay away from bad morals. In this article, the moral training of children will be reviewed in the light of the most reliable books of Islamic teachings.

Key Words: Moral values, Teachings of Islam, Child training, responsibilities of parents, social Growth, Islamic Manners

تمہید

CC BY

انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا معاشرت ہے اس لیے جب انسانی کی اخلاقی تربیت کی بات کی جائے تو اس کا لازمی عنصر باہمی میل جول کے آداب سیکھنا ہے، پھر اگر وہ فرد معاشرہ مسلمان ہونے کا دم بھرتا ہو تو ان خصائل حمیدہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی کردار و اخلاق کو کلیدی حیثیت اس لیے دی گئی کہ یہی اوصاف کسی بھی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور یہ ہی صفات ایک انسان کو دوسرے انسان کی شناخت کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اِس لیے والدین کی یہ سب سے اہم ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو معاشرے کا کارآمد فرد بنانے کے لیے تربیت کے نام پر ایسا سانچہ فراہم کریں جس میں نشو نما پاکر وہ نوخہال اخلاق حسنہ کی طرف بڑھے اور اخلاق رزدیلہ سے ہمیشہ دور رہے۔ اِس آرٹیکل میں اسلامی تعلیمات کی معتبر ترین کتب صحاح ستّہ کی روشنی میں بچوں کی اخلاقی تربیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

ہمسائے کے حقوق

بچے کی اخلاقی تربیت کے لیے اولین معیار یہ ہے کہ وہ اپنے اردگرد، اہل محلہ اور پڑوسیوں کے ساتھ کس نوعیت کا برتاؤ کرتا ہے اکھڑ مزاج ہے یا حسن سلوک اور رواداری کا قائل ہے، آیا ان کے حقوق کی حفاظت کرتا اور اُن کو کسی بھی قسم کی تکلیف و شر سے محفوظ رکھتا ہے یا نہیں۔ اسلامی تعلیمات میں ہمسائے کو زیادہ اہمیت اس لیے دی گئی ہے کہ وہ انسان کے دُکھ درد میں سب سے پہلے شریک ہوتا ہے اور انسان اپنے ہمسائے ہی کی وجہ سے سکون محسوس کرتا ہے۔ ہمسائے کے لیے بھلائی اختیار کرنے اور اِسے پریشانی سے بچانے کی ہر ممکنہ تدبیر کرنے کا حکم ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جبرئیلؑ نے مجھے ہمسائے سے متعلق اتنی وصیت کی کہ مجھے گمان ہوا، اسے وارث قرار دے دیا جائے گا“۔[(1)] دین اسلام نے بہترین پڑوسی اس شخص کو قرار دیا جو اپنے پڑوسیوں کے لئے بہتر ہو، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے لئے بہتر ہو، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو“۔[(2)] اور آپ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: ابوذر! جب تم شوربہ بناؤ، تو اس میں پانی کا اضافہ کرلو، اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔[(3)] نبی کریم ﷺ نے تعلیم دی کہ پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر خوشی اور غم کے موقع پر ساتھ دینے کا حق ہے، نیز آپ ﷺ نے پڑوسی کو اپنے کھانے میں شریک کرنے، اس کے مرتبہ کا خیال رکھنے، اسے ایذا نہ پہنچانے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے اہل و اولاد کی حفاظت کرنے کی تعلیم دی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شرور سے محفوظ نہ ہو۔[(4)] ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرکے ہی ایک کامل مومن بنا جاسکتا ہے۔

گھر میں داخل ہونے کے آداب

اسلام نے جہاں قبل ولادت سے لے کر بعد از وفات تک کے لیے ہدایات و قوانین مرتب کیے ہیں وہیں نوجوانی کی حدود میں داخل ہونے والے بچوں کے لیے بھی ضابطہ حیات طے فرما رکھا ہے۔ جن میں گھروں میں داخل ہونے کا بھی ادب و احترام ہے کہ کسی شخص کے ہاں تشریف لے جایا جائے تو کس طرح داخل ہوں اور اگر اپنے گھر میں داخل ہوں تو کن آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے داخل ہوں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[(5)] اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ ان کی رضا حاصل نہ کرو اور گھر والوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ بات تمہارے حق میں

بہتر ہے توقع ہے کہ تم اسے یاد رکھو (اور اس پر عمل کرو) گے۔ بغیر اجازت گھر میں داخل ہونا تو کجا فقط جھانکنے کو بھی رحمۃ للعالمین ﷺ نے انتہائی ناپسند فرمایا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ترجمہ: جو شخص کسی کے گھر میں جھانک رہا ہو تو گھر والوں کے لئے حلال ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں"۔[6] کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے لازمی ہے کہ سب سے پہلے سلام کریں چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا: فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً [7] البتہ جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں (گھر والوں) کو سلام کہا کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔ سلام کرنے کے لیے "السلام علیکم" کہنا مسنون عمل، نیکیوں میں اضافہ اور دونوں کے لئے دعا بھی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی حضرت انس بن مالکؓ کو نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی: "اے بچے! جب بھی اپنے گھر میں داخل ہو تو پہلے سلام کرو اور یہ تمہارے لئے اور گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے"۔[8] اجازت لینے کے آداب میں یہ بات بھی واضح رہے کہ آنے والے کو اپنا مناسب تعارف کروانا لازم ہے کہ اجازت طلب کرنے والا کون ہے؟ کچھ لوگ جواب میں کہتے ہیں "میں ہوں!" یہ طریقہ نامناسب ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ پر دستک دی آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ "میں نے عرض کیا: "میں ہوں" تو آپ ﷺ نے فرمایا: (میں! میں!) جیسے انہیں ناگوار گذرا ہو۔[9]

والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو ابتدائی عمر میں ہی ان اصولوں پر عمل کروائیں تاکہ وہ اِس کے عادی بنیں اور اِسی کے مطابق لوگوں سے معاملہ کریں۔ اسلام ہمیں صرف گھر میں داخل ہونے کے طور طریقے نہیں بتاتا بلکہ گھر سے باہر نکلنے کے آداب سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ گھر سے باہر نکلتے وقت بھی دُعا کو معمول بنانا سکھائیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھ لیتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. (میں اللہ تعالیٰ کے نام سے نکل رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی پر میرا بھروسہ ہے، کسی خیر کے حصول اور کسی شر سے بچنے میں کامیابی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے) تو اس سے کہا جاتا ہے "اللہ کے بندے تجھے رہنمائی مل گئی، تیری کفایت کی گئی اور تو بچا لیا گیا، اور شیطان اس سے دور ہو جاتے ہیں، پھر ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے: ایسے شخص پر تیرا بس کیسے چل سکتا ہے جس کو ہدایت سے نوازدیا گیا وہ کفایت کیا گیا اور اس کی حفاظت کی گئی۔[10]

مجلس و میزبانی کے آداب

جس طرح بچے کو کسی کے ہاں آنے جانے کے آداب سے مزین کرنا اہمیت کا حامل ہے، اِسی طرح آداب مجلس اور مہمانوں کے بہترین استقبال کے سلیقہ سے آگاہی بھی بچے کی روزمرہ زندگی کے اہم امور میں شامل ہے۔ بچہ ان صفات سے متصف ہو کر پروان چڑھے گا تو جوانی میں لوگوں کے ساتھ میل جول، تعلقات، معاشرت و معاملات بہترین انداز سے نبھا سکے گا۔ مجلس کے آداب میں سے سب سے اہم ترین ادب حاضرین مجلس کو سلام کرنا ہے۔ اِسلام میں سلام کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ خیر کی علامت اور شرافت کی نشانی ہے۔ یہ دلوں کو جوڑنے کا سبب اور نفوس کی صفائی کا باعث اور محبت و الفت کو بڑھانے میں مدد و معاون ہے۔ قرآن کریم میں سلام کا جواب بہتر سے بہتر دینے کا حکم ملتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَاؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا[11] اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ بچے کو سلام کرنے کا طریقہ سکھایا

جانا چاہیے حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک لوگوں میں سے اللہ کے قریب تر وہ ہے، جو لوگوں سے سلام میں پہل کرے۔[12] حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ "وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انھوں نے بچوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ میرے آقا ﷺ نے بچوں کو سلام کیا تھا۔"[13] بچے کو جب بار بار سلام کی عادت ہو گی تو وہ ہر دم خیر و بھلائی کی طرف متوجہ رہے گا۔ کیونکہ سلام تو سراسر سلامتی ہے اور خیر کثیر ہے۔ دعاؤں کا ایک بے مثال خزانہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے منقول سلام کے آداب میں سے ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے۔[14] سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔[15] پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے۔[16] چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔[17] اگر کوئی غائب شخص سلام پہنچائے تو اس طرح جواب دے، وعلیک وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[18]

غیبت سے اجتناب

ایک بچے کا جہاں مجلس کے دیگر آداب سے آراستہ ہونا ضروری ہے وہیں اُسے علم چاہیے کہ دوران مجلس غیبت جیسے مہلک تعلقات عمل سے اجتناب کرنا ناگزیر ہے، شریعت اِسلامی کی رو سے غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے برے وصف کو اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کریں کہ اگر وہ سن لے تو برا مانے خواہ زبان سے بیان کرے یا بذریعہ اعضاء یا بذریعہ قلم یا کسی اور طریقے سے عیب جوئی کی جائے اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو یہ تہمت اور بہتان ہے۔ اسلام میں غیبت کرنے کی سخت وعید آئی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ[19] اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہو گا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسولُ اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا "تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کی گئی: اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جسے میں بیان کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تم جو عیب بیان کر رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے۔[20] بچے کو غیبت کے نقصانات سے ڈرایا جائے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "معراج کے دوران میں پیتل کے ناخن والے لوگوں کے پاس سے گزرا وہ اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبریلؑ! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔[21]

چھینک کے آداب

معاشرے میں رہتے ہوئے جن آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کا اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے اِن میں سے چھینک اور جمائی کے آداب بھی ہیں۔ مناسب ہو گا کہ والدین کو اپنے بچوں کو یہ آداب بھی سکھائیں اور خود بھی ان کا اہتمام کریں، تا کہ اِن آداب و اخلاق سے متصف ہو کر بچے معاشرے کے لیے کامیاب و کارآمد افراد ثابت ہو سکیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس دو اصحاب کو چھینک آئی تو نبی اکرم ﷺ نے ایک کا جواب یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم فرمائے) دیا اور دوسرے کا جواب نہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ سے اس عمل کی حکمت پوچھی گئی تو فرمایا: اس نے الحمد للہ کہا تھا (اس لیے اس کا جواب

دیا) اور دوسرے نے الحمد للہ نہیں کہا تھا۔ چھینکنے والے کو الحمد للہ ضرور کہنا چاہئے اور سننے والوں کو یرحمک اللہ بول کا اس کا جواب دینا چاہیے۔[22] حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی سے ملتی جلتی ایک روایت مروی ہے جس میں چھینک کا جواب الجواب مذکور ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ « الحمد اللہ » کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی (راوی کو شبہ ہے کہ سرکار ﷺ نے کون سا لفظ ارشاد فرمایا تھا اس کا بھائی بولا تھا یا اس کا ساتھی) « یرحمک اللہ » کہے۔ تو اس کے جواب میں چھینکنے والا « یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔ "[23] چھینک کے وقت اپنی آواز کو پست رکھنا مسنون عمل ہے ۔آپ ﷺ چھینک کے وقت اپنے چہرے کو کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانک لیتے تھے اور آواز کو پست کر لیا کرتے تھے۔[24]

کھانے پینے کے آداب

روزمرہ کی زندگی میں بچوں کی اخلاقی تربیت کا سب سے اہم پہلو ان کی تربیت طعام ہے کیونکہ کھانا اللہ تعالیٰ کی ایک لذیذ نعمت ہے۔ اگر سنت رسول ﷺ کے مطابق کھانا کھایا جائے تو ہمیں پیٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ ثواب بھی حاصل ہو گا۔ اِس سلسلے میں کھانے پینے کے کچھ آداب ہیں جن کی جانب بچہ کی رہنمائی کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ اِس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آداب اپنانا ضروری ہیں۔ کھانا کھانے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھونا اور انھیں مرئی و غیر مرئی جراثیموں سے پاک کرنا ضروری ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اِس کے گھر میں برکت زیادہ کرے تو اِسے چاہیے کہ جب کھانا حاضر کیا جائے تو وضو کرے اور جب اُٹھایا جائے تب بھی وضو کرے۔"[25] کھانے کا آغاز کیسے کرنا چاہیے اس سے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے، اور اگر اللہ تعالیٰ کا نام لینا ابتدا میں بھول جائے تو کہے: "بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" اول و آخر اللہ کے نام سے)[26] کھانا کھاتے وقت بچے کو اِس بات کی تلقین کریں کہ وہ اپنے سامنے سے کھائے، پیالے میں ہاتھ کو اِدھر اُدھر حرکت نہ دے بلکہ صرف ایک ہی جگہ یعنی اپنے سامنے سے کھائے۔ عمر بن ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں جب چھوٹا تھا رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھا تھا اور میرا ہاتھ پوری تھالی میں گھوم رہا تھا، تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لڑکے! اللہ کا نام لو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور جو تمہارے سامنے ہے اس میں سے کھاؤ)[27] اس حدیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو کھانے میں اپنے ساتھ شریک رکھنا چاہیے، اس مجلس کے آداب سے متعلق بچوں کو بھی آگاہ کرنا چاہیے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "برکت کھانے کے درمیان میں نازل ہوتی ہے، اس لئے کھانے کے کنارے سے کھاؤ درمیان سے مت کھاؤ"[28] کھانے کے بعد کلی کرنا: کھانے سے فراغت کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، جیسے کہ بشیر بن یسار سوید بن نعمان سے بیان کرتے ہیں کہ وہ صہباء نامی جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے - جو خیبر سے کچھ فاصلے پر ہے - تو نماز کا وقت ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کیلئے کچھ طلب کیا، لیکن سوائے ستو کے کچھ نہ ملا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کھالیا، ہم نے بھی ستو کھایا، پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور کلی کی، اور پھر دوبارہ وضو کئے بغیر نماز پڑھی اور ہم نے بھی نماز ادا کی۔[29] کھانا کھانے کے دوران بلا حاجت ٹیک نہ لگائیں کیونکہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا"۔[30] کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ، اور مسنون دعا پڑھنی چاہیے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ جب کھانا تناول فرما لیتے اور دستر خوان اٹھالیا جاتا تو یہ دعا پڑھتے: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا "بہت زیادہ، پاکیزہ، برکت والی تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اے ہمارے رب! اس کھانے کا حق ہم پوری طرح ادا نہ کر سکے

اور یہ ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہم اس سے بے پرواہ ہو سکتے ہیں۔"[31] کھانے کے ساتھ ساتھ آداب شرب کا بھی اِسی قدر اہتمام ہونا چاہیے۔ پانی بیٹھ کر، اُجالے میں دیکھ کر، دائیں ہاتھ سے، اللہ کا نام لیتے ہوئے اس طرح پئیں کہ ہر مرتبہ گلاس منہ سے ہٹا کر سانس لیں، پہلی اور دوسری بار ایک ایک گھونٹ کر کے پی لیجئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہیں پیئں اس طرح پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے اکرم ﷺ تین سانس میں پانی نوش فرماتے، اور اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس طرح پینے میں زیادہ سیر ابی ہوتی ہے اور صحت کے لیے مفید اور خوشگوار بھی ہے۔[32]

سچ کی طرف رغبت اور جھوٹ سے نفرت

جو بچہ اپنے خاندان کے اعتماد سے مالا مال ہوتا ہے وہ سچائی کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ صاف اور واضح بات کو اپنی روزمرہ زندگی کا طرز عمل بنالیتا ہے۔ اِسے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ سچائی ہی والدین کے ہاں محبت اور پسندیدگی کا ذریعہ ہے۔ جبکہ اِس کے مدمقابل ایسا بچہ جسے اپنے والدین کا اعتماد حاصل نہیں ہوتا وہ ہر وقت غلط بیانی کا سہارا لیتا اور معاملات کو چھپانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اِسلام کی نظر میں سب سے بُری خصلت جھوٹ بولنا ہے۔ چنانچہ جھوٹ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اِسلام نے اسے نفاق کی خصلتوں میں شمار کیا ہے۔ اِس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے ماحول کو جھوٹ سے مبرا رکھیں۔ قرآن و حدیث دونوں میں ہی جھوٹ کی ہلاکت کے متعلق بیان ہوا ہے۔ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا[33] اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جھوٹ کو باطل سمجھ کر ترک کرے گا اُس کے لیے جنت کے اطراف میں محل تیار کیا جائے گا۔"[34] حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک اور روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء صبح کے وقت زبان سے کہتے ہیں: ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔[35] جھوٹ اور سچ میں بنیادی فرق یہ ہی ہے کہ جھوٹ ایک پیچیدہ اور پراگندہ ذہنی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے ہزارہا جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ جبکہ سچ کا معاملہ بالکل واضح اور صاف ہے، جسے مخصوص معنوں میں کسی جواز یا سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

غصہ سے اجتناب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جذبات و احساسات دے کر پیدا کیا ہے۔ یہ جذبات ہی ہیں جن کا اظہار ہمارے رویوں سے ہوتا ہے کہ جہاں انسان اپنی خوشی پر خوش ہوتا ہے وہیں اگر ناپسندیدہ اور اپنی توقعات سے مختلف امور دیکھ لے تو اِس کے اندر غصہ اور اشتعال جیسے جذبات ابھر آتے ہیں، جن پر بروقت قابو نہ پایا جائے تو دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنا بھی نقصان ہو جاتا ہے۔ اِس لیے اسلام نے غصہ ضبط کرنے اور جوشِ غضب کے وقت انتقام لینے کی بجائے صبر و سکون سے رہنے کی تلقین کی ہے تاکہ معاشرہ انتشار کا شکار نہ ہو بلکہ امن کا گہوارہ بن سکے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔"[36] غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد تو لوگ عموماً معاف کر ہی دیتے ہیں لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ حالتِ غضب میں معاف کرتے ہیں جو کہ بہت ہمت اور جرأت کا کام ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ طاقتور کس کو شمار کرتے ہو؟" صحابہ کرامؓ نے عرض کی: جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ طاقتور وہ

ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو"۔[37] غصہ پی جانے والے اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی مقبول ہیں اور احادیث نبویہ ﷺ میں بھی اِس کا بہت زیادہ اجر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا"جو شخص اپنے غصے کو نافذ کرنے پر قادر ہونے کے باوجود غصہ پی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اختیار دے گا کہ حورِعین میں سے جو حور وہ چاہے لے لے۔[38] اِس طرح بچوں کو سکھایا جائے کہ وہ ہمیشہ تحمل کا مظاہرہ کریں اور خلاف طبع بات ہونے پر اپنے جذبات پر پوری طرح قابو رکھیں اور گالم گلوچ، ہاتھا پائی اور دنگا فساد نہ کریں۔ جس سے نہ صرف بچہ کی اپنی شخصیت مجروح ہوگی بلکہ والدین کو بھی اس کی وجہ سے تکلیف ہوگی اور باقی ساتھی بھی اِس سے متنفر ہوں گے۔ بچے کی بہترین تربیت کے لیے اِسے نبی کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ سے روشناس کروایا جانا چاہیے۔ غصہ کی تسکین کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ان نفسیاتی امور کی جانب ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ غصہ کے وقت وضو کر لینا چاہیے کیوں کہ یہ شیطانی اثر ہے۔[39] خاموشی اختیار کرنے سے بھی اِس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ تعوذ پڑھنے سے بھی اِس سے بچا جا سکتا ہے۔ غصہ کی کیفیت کا غلبہ ہو تو زمین پر لیٹ جانا بھی بہتر ہے۔[40]

معاف کرنے کی عادت

معاف، عفو سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مٹانا، معاف کرنا، نظر انداز کرنا اور چشم پوشی کرنا ہیں۔ عفو اور درگزر دو مترادف الفاظ ہیں۔ اسلامی شریعت میں انتقام لینے اور سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود صرف اللہ کی رضا اور مجرم کی اصلاح کے لیے کسی کی لغزش، برائی اور زیادتی کو برداشت کرتے ہوئے معاف کرنا عفو و درگزر کہلاتا ہے۔ عفو اللہ کی صفت ہے اور اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ معاف کرنا بلند ہمتی فضیلت والا کام ہے۔ رسول ﷺ کے اخلاق میں اس فعل کو بہت زیادہ بلند مقام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس صفت کو اپنے بندوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا[41] ترجمہ: اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر تو بے شک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا صدقہ سے مال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ہیں کی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص اللہ کی خاطر تواضع (انکسار) اختیار کرتا اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کر دیتا ہے۔"[42] حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے میں ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت پوری فرما دیتا ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی ایک تکلیف کو دور کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کرے گا اور جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔[43] اِس خوبی کی وجہ سے بچہ دنیا و آخرت دونوں میں ہی لامحدود فوائد کو پا لے گا۔ اِس کی تمام تر ذمہ داری والدین پر ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اخلاق کی تعلیم دیں اور باکمال انسان بننے اور عفو و درگزر اختیار کرنے کی تلقین کریں۔

حیا

حیا ایک ایسی عادت ہے جو انسان کو برائیوں کے چھوڑنے پر اُبھارتی ہے اور بڑوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے روکتی ہے اور ہر حقدار کو اِس کا حق دینے پر مجبور کرتی ہے۔ اِسی لیے حیاء ہر طرح سے خیر ہی خیر ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حیا کے متعلق فرمایا کہ "فحش و بے حیائی کسی بھی چیز میں بھی ہو اِسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء کسی بھی چیز میں

نہیں ہوتی مگر یہ کہ اِسے مزین و آراستہ بنا دیتی ہے۔"(44) حیا کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا گیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی بے حیائی سے منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ "کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی۔"(45) بچوں کو بے حیائی پھیلانے کے انجام سے ڈرایا جانا چاہیے کہ دُنیا و آخرت میں اِنھیں بے حیائی کے سبب درد ناک عذاب دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ بے حیاء شخص جنت میں داخل نہ ہو گا۔ جب تک انسان شرم وحیا کے حصار (دائرے) میں رہتا ہے ذلت و رسوائی سے بچا رہتا ہے اور جب اِس قلعے کو ڈھا دیتا ہے تو پھر گھٹیا و بدترین کام بھی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کرتا چلا جاتا ہے۔ رسولِ خدا ﷺ نے اسی لئے ارشاد فرمایا: جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔(46) معلوم ہوا کہ کسی بھی بُرے کام سے رکنے کا ایک سبب شرم وحیا بھی ہے۔ شرم وحیا کیا ہے؟ وہ کام جو اللہ پاک اور اس کی مخلوق کے نزدیک ناپسند ہوں ان سے بچانے والے وصف کو "شرم وحیا" کہتے ہیں۔

قناعت و توکل

والدین عمر تمام گزار کر بچے کو اعلیٰ و اکمل صفات کا حامل بنا بھی لیں لیکن اگر بچے وصف قناعت (47) سے آری رہا اور ان عیوب کا شکار ہو گیا جو اس عدم قناعت سے لازم وملزوم ہیں تو یہ کصلت رذیلہ اس کے دیگر اوصاف حمیدہ کو بھی گہنا دے گی اس لیے لازمی ہے کہ والدین اپنی اولاد کو قناعت و توکل وعلیٰ کے جذبات سے بھی سرشار کریں۔ صحابیِ رسول، حضرت سیّدُنا ابُو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کے گھر والوں نے تین دن تک کبھی بھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔(48) دوجہاں کے سردار ہونے کے باوجود آپ ﷺ چٹائی پر آرام فرماتے، سرِ انور رکھنے کیلئے کھجور کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ استعمال فرماتے۔ یہ تو تھے قناعت سے متعلق احوال، جہاں تک توکل کا تعلق ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (49) اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ توکُّل کا یہ معنی نہیں کہ انسان اپنے آپ کو اور اپنی کوششوں کو بیکار اور فُضول سمجھ کر چھوڑ دے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں۔ بلکہ توکل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اختیار کرے لیکن دل سے ان اَسباب پر بھروسا نہ کرے بلکہ اللہ تعَالیٰ کی مدد اس کی تائید اور اس کی حمایت پر بھروسا کرے۔ اس بات کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت سیّدنا انسؓ فرماتے ہیں: "ایک شخص نے عرض کی: یارَسُولُ اللہ! ﷺ میں اپنے اُونٹ کو باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا "تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔(50) ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندے کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتا اور شام کو سیر ہو کر لوٹتا ہے۔(51)

خلاصۂ بحث

انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا معاشرت ہے اس لیے جب انسانی کی اخلاقی تربیت کی بات کی جائے تو اس کا لازمی عنصر باہمی میل جول کے آداب سیکھنا ہے، پھر اگر وہ فرد معاشرہ مسلمان ہونے کا دم بھرتا ہو تو ان خصائل حمیدہ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی کردار و اخلاق کو کلیدی حیثیت اس لیے دی گئی کہ یہی اوصاف کسی بھی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے

ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو ابتدائی عمر میں ہی ان اصولوں پر عمل کروائیں تاکہ وہ اِس کے عادی بنیں اور اسی کے مطابق لوگوں سے معاملہ کریں۔

References

(1) محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ البخاری، صحیح البخاری، ناشر: دار طوق النجات، پہلا ایڈیشن، 1422ھ، جلد: 9، حدیث نمبر:: 6014۔
مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النسابوری، صحیح مسلم، دار الاحیاء التراث العربی-بیروت، حدیث نمبر: 2625-6687۔
(2) محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، الترمذی، سنن الترمذی، دار الغرب الاسلامی بیروت، جلد: 6، حدیث نمبر: 1944۔
(3) صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2625-6689۔
(4) صحیح مسلم، حدیث نمبر: 172-46۔
(5) سورۃ النور: 2724۔
(6) صحیح مسلم، حدیث نمبر: -56422158۔
(7) سورۃ النور: 6124۔
(8) سنن ترمذی، حدیث نمبر: 2698۔
(9) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6250۔ صحیح مسلم، حدیث کی تعداد: 5635-2155۔
(10) سلیمان بن الاشعث، ابو داؤد، السجستانی، سنن ابو داؤد، المکتبہ العصریہ، بیروت، حدیث نمبر: 5095۔
(11) سورۃ النساء 04:86۔
(12) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 5197۔
(13) سنن ترمذی، حدیث نمبر: 9626۔
(14) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6231۔
(15) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6233۔
(16) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 6232۔
(17) صحیح بخاری حدیث نمبر: 6231۔
(18) سنن ترمذی، حدیث نمبر: 2693/2694۔
(19) سورہ حجرات، 49:12۔
(20) صحیح مسلم، حدیث نمبر: 2589۔
(21) سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: 4878۔
(22) صحیح بخاری حدیث نمبر: 6221۔
(23) صحیح بخاری حدیث نمبر: 6224۔
(24) سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: 5029۔
(25) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 3260۔
مفتی احمد یار نعیمیؒ لکھتے ہیں: "اِس (یعنی کھانے کے وضو) کے معنی ہیں ہاتھ و منہ کی صفائی کرنا کہ ہاتھ دھونا کلی کرلینا۔" مراۃ المناجیح، ج۶، ص256۔
(26) سنن ترمذی، حدیث نمبر: 1858، سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: 3767، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 3264۔
(27) صحیح بخاری حدیث نمبر: 5376۔ صحیح مسلم: 5269/5267۔ سنن ترمذی، حدیث جلد: 18572۔
(28) سنن ترمذی، حدیث جلد: 1805۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 3277۔
(29) صحیح بخاری، حدیث نمبر: 5390۔

(30) صحیح بخاری، حدیث نمبر:5399۔
(31) صحیح بخاری، حدیث نمبر:85458۔
(32) صحیح مسلم، حدیث نمبر:2028-5287۔
(33) سورۃ الاحزاب، 33:70۔
(34) سنن ترمذی، ضاحد حدیث:1993۔
(35) سنن ترمذی، رقم الحدیث:2407۔
(36) سورۃ الشوری 42:37۔
(37) سنن ابی داؤد: حدیث کی رقم:4779۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر:-2608-5287۔
(38) سنن ابی داؤد: رقم الحدیث:4777۔
(39) سنن ابی داؤد: رقم الحدیث:4784۔
(40) سنن ابی داؤد: حدیث کی رقم:4782۔
(41) سورۃ النساء، 4:149۔
(42) صحیح مسلم، حدیث نمبر:6592-2588۔
(43) صحیح بخاری، حدیث نمبر:2442۔
(44) سنن ترمذی، حدیث نمبر:1974۔
(45) سورۃ الاعراف 07:33۔
(46) صحیح بخاری، حدیث نمبر:3483۔
(47) الرسالۃ القشیریہ، باب القناعۃ، ص197۔
(48) صحیح بخاری، حدیث نمبر:5374۔
(49) سورۃ الطلاق، 65:03۔
(50) سنن ترمذی، حدیث نمبر:2517۔
(51) سنن ترمذی، حدیث نمبر:2344